باغ فدک کے متعلق ایڈووکیٹ سیفی علی خان کا باطل مؤقف

پیشکش: صدائے قلب

20فروری2020ء

پچھلے دنوں ٹی وی چینل "اب تک نیوز" کے ایک پروگرام میں ایک خاتون وکیل سیفی علی خان نے کہا: "مجھے اکثر لوگ کہتے ہیں کہ میڈم مجھے انصاف نہیں ملتا۔ تو میں انہیں کہتی ہوں کہ قیامت تک ملے گا بھی نہیں۔ اسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ ناانصافی اور ہماری جوڈیشری کا بیڑہ غرق اس دن ہو گیا تھا جس دن سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انصاف لینے دربار گئیں اور انہیں انصاف نہیں ملا اور انکی گواہی کو جھٹلایا گیا۔ اس جوڈیشری کا اسی دن بیڑہ غرق ہو گیا تھا۔"

عام عوام کو تو سیفی علی خان کے بیان کے متعلق علم نہیں ہوا ہو گا کہ اس نے یہ اعتراض کس ہستی پر کیا ہے، کیونکہ ہماری عوام کی علمی و دینی حالت بڑی پتلی ہے۔ ان کے دماغ میں یہ بات ڈال دی گئی ہے کہ فرقہ بندی سے دور رہو اور کسی کو بُرا نہ کہو۔ یہی وجہ ہے کہ گمراہ فرقوں والے بالخصوص شیعہ لوگ سرعام میڈیا پر صحابہ کرام علیہم الرضوان پر طعن کرنے لگے ہیں اور عوام دفاع صحابہ کرنے کی بجائے شیعوں کو بھائی بھائی کہنے میں مصروف ہے۔ لیکن علمائے دین جن کا کام دین کی حفاظت اور ناموس رسالت اور صحابہ واہل بیت کا دفاع ہے، وہ فوراً سمجھ گئے کہ سیفی علی خان نے اشاروں میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تبرا کیا ہے۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ ایک عام سے وکیل عورت نے میڈیا پر بیٹھ کر اتنی بڑی بات کہہ دی ہے، لیکن نہ حکومت نے اس پر ایکشن لیا اور نہ ہی وکلاء حضرات نے اس پر احتجاج کیا۔ سیفی علی خان میڈیا پر بیٹھ کر لوگوں کو عدالتی نظام کے خلاف اکسارہی ہے، یقیناً عدالتی نظام میں خامیاں ہوں گی لیکن سیفی خان کا کہنا ہے کہ اس نظام عدل میں انصاف مل ہی نہیں سکتا تو پھر سوال یہ ہے کہ سیفی خان کو جب نظام عدل پر اعتماد ہی نہیں ہے تو پھر وہ روز وکیل کا کوٹ پہن کر عدالتوں میں کیا کرنے جاتی ہیں؟ ہمارے ادارے تحقیق کریں کہ اس خاتون نے وکالت کی ڈگری کس مقصد کے تحت حاصل کی ہے؟ اس کا اصل ایجنڈا کیا ہے؟ اس گستاخی کے بعد فوری طور پر فول پروف سیکورٹی کی درخواست بھی دائر کردی ہے، کہیں اس کا یہی مقصد تو نہیں تھا کہ پہلے مسلمانوں کی دل آزاری کرو اور پھر جب ردِ عمل آئے تو فول پروف سیکورٹی حاصل کرو، اس پروگرام میں وہ اس بات کا خود تذکرہ کرتی ہیں " بیشک مجھ پر فتوے لگ جائیں لیکن مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔" یعنی وہ بات کی حساسیت سے واقف تھیں، انہوں نے جان بوجھ کر اس حساس مسئلے کو چھیڑا ہے، تو اس پر ہمارے اداروں کو تحقیق ضرور کرنی چاہیے۔

جب سیفی علی خان کے رد میں عاشقانِ صحابہ نے شدید ردِ عمل کیا تو سیفی علی خان کی طرف سے ایک آڈیو میسج عام ہوا جس میں اس نے یہ اعلان کیا کہ وہ اس کیس کو کورٹ میں لے کر جائے گی اور جس جس عالم دین نے اس کے خلاف بیان دیا ہے اسے سزا دلوائے گی۔ یعنی چوری اور سینہ زوری۔ ایک طرف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گستاخی کی اور دوسری طرف اس کا رد کرنے والے علماء و عشاق کے خلاف کاروائی کا مذموم ارادہ۔

اخبارات کے مطابق سیفی علی خان کے اس بیان کے بعد شیعوں کو اس کی بڑی خوشی ہوئی اور با قاعدہ شیعوں کا ایک وفد اسے شاباشی دینے اور اس کی مدد کرنے کے لیے اس کے پاس بھی پہنچا۔

دراصل شیعوں کا شروع سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یہ الزام ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصالِ ظاہری کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ بننے کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے پاس اپنے والد کی وراثت میں سے ایک "فدک" نامی باغ بطور وارث لینے کے لیے آئیں، لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدہ کو کچھ نہ دیا۔ سیفی علی خان کی جہالت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ یہ وکیل ہے لیکن اسے گواہی اور دعویٰ میں فرق ہی معلوم نہیں۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گواہی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھٹلائی ہی نہیں کیونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے گواہی دی ہی نہیں تھی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تو وارث ہونے کا دعویٰ کیا تھا، حضرت ابو بکر صدیق نے حدیثِ رسولِ پاک پیش کی کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی جائیداد کا کوئی بھی وارث نہیں ہوتا۔ حضرت فاطمہ نے اس حدیث پاک پر عمل کرتے ہوئے اپنا دعویٰ ترک کر دیا تھا۔

باغ فدک کا مسئلہ ایک عرصہ دراز سے زیر بحث ہے اور علمائے اہل سنت نے احادیث کی روشنی میں شیعوں کے اعتراضات کے جوابات دیے ہیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا احسن طریقے سے دفاع کیا ہے۔

سیفی علی خان کے اس بیان کے بعد ایک عاشقِ صحابہ نے اپنے خط میں درج ذیل سوالات کے جوابات مانگے:

(1) سیفی علی خان نے کسی کا نام نہیں لیا، اس کے باوجود اس کا مندرجہ بالا بیان کیا سیدنا صدیق اکبر و دیگر خلفاء راشدین کی توہین کے زمرے میں آتا ہے؟

(2) مذکورہ بالا ساری صورتِ حال میں سیفی علی خان حق پر ہے یا اس کے خلاف احتجاج کرنے والے علماء حق پر ہیں؟

(3) باغ فدک کی مختصر حقیقت کیا ہے؟ کیا وہاں واقعتاً سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ نا انصافی ہوئی تھی؟

(4) کیا مقدمہ فدک میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب سے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے تاحیات ناراض ہو گئیں تھیں؟

(5) کیا مسئلہ فدک میں سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کو جلایا گیا تھا۔ دروازے کو دھکا دے کر انہیں دروازے کے نیچے دے کر اوپر سے گھوڑے دوڑائے گئے تھے اور اس کے نتیجے میں سیدنا محسن و سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت واقع ہو گئی تھی یا یہ من گھڑت روایت ہے؟

جواب نمبر 1۔ سیفی علی خان نے سیدنا صدیق اکبر کی توہین کی یا نہیں؟

سیفی علی خان نے خلفائے راشدین کی توہین کی ہے۔ جس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شامل ہیں۔ کیونکہ اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہزادی رسول حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو باغ فدک نہ دے کر معاذ اللہ ظلم کیا تھا تو بقیہ خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنے دورِ خلافت میں وہی باغ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ورثہ کو نہ دے کر بھی معاذ اللہ وہی کیا۔

جواب نمبر 2۔ سیفی علی خان کے خلاف احتجاج درست ہے یا نہیں؟

سیفی علی کا موٴقف بالکل باطل اور اس کے خلاف احتجاج کرنا بالکل حق ہے اور یہ احتجاج عام عوام سے زیادہ وکلاء حضرات کو کرنا چاہیے اور سیفی علی خان کے خلاف کیس کر کے اسے سزا دلوائیں اور اس کا وکالت کا لائسنس کینسل کروائیں۔ وکلاء حضرات اگر اپنے ذاتی مفاد کے لیے احتجاج کریں اور خلفائے راشدین کی ناموس کی ان کو کوئی پرواہ نہ ہو تو یہ ان کی سخت دلی کی نشانی ہو گی۔ جب کوئی شخص عظیم ہستیوں کے خلاف زبان درازی کرے تو جس طرح

علمائے کرام اپنا حق سمجھتے ہوئے اس شخص کے اوپر شرعی حکم لاگو کرتے ہیں اگرچہ وہ کسی بھی مسلک سے تعلق رکھتا ہو تو وکلاء کو بھی چاہیے کہ جب دین کی اور عظیم ہستیوں کے ناموس کی بات آئے تو اس بات کی پرواہ نہ کریں کہ یہ گستاخی کرنے والا ہمارے شعبے کا ہے یا کسی اور شعبہ سے تعلق رکھتا ہے، بلکہ قانون کا استعمال کرتے ہوئے اسے سزا دلوائیں تاکہ کوئی اور شخص ایسی جرأت نہ کرے۔ ورنہ سیفی علی خان جیسے اور کئی وکیل مشہور ہونے یا اپنے وکالت چمکانے کے لیے آئے دن معتبر ہستیوں کے خلاف زبان درازی کریں گے اور دین کو ذاتی مفاد کے لیے استعمال کریں گے۔

جواب نمبر 3۔ باغ فدک کی حقیقت

فدک ایک باغ ہے جس کو کفار نے بغیر لڑائی کئے مغلوب ہو کر مسلمانوں کے حوالے کر دیا تھا۔ اس باغ کی آمدنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اہل وعیال، ازواجِ مطہرات وغیرہ پر صَرف فرماتے تھے۔ اسکے علاوہ تمام بنی ہاشم کو بھی اس کی آمدنی سے کچھ مرحمت فرماتے تھے، مہمان اور بادشاہوں کے سفراء کی مہمان نوازی بھی اس آمدنی سے ہوتی تھی، اس سے غریبوں اور یتیموں کی امداد بھی فرماتے تھے، جہاد کا سامان تلوار، اونٹ اور گھوڑے وغیرہ اس سے خریدے جاتے تھے اور اصحاب صفہ کی حاجتیں بھی اس سے پوری فرماتے تھے۔ ظاہر ہے کہ فدک اور اس قسم کی دوسری زمینوں کی آمدنی مذکورہ بالا تمام مصارف کے مقابلہ میں بہت کم تھی۔ اسی سبب سے بنی ہاشم کا جو وظیفہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر فرمادیا تھا وہ زیادہ نہیں تھا۔ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حد سے زیادہ پیاری تھیں مگر آپ ان کی بھی پوری کفالت نہیں فرماتے تھے جس سے ثابت ہوا کہ اس قسم کی زمینوں کی آمدنی مخصوص مدوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا مال اسی کی راہ میں خرچ فرماتے تھے۔

پھر جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بھی فدک کی آمدنی کو انہیں تمام مدوں میں خرچ کیا جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرچ فرمایا کرتے تھے۔ فدک کی آمدنی خلفائے اربعہ کے زمانہ تک اسی طرح صرف ہوتی رہی۔ یعنی حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت مولیٰ علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سب نے فدک کی

آمدنی کو انہیں مدوں میں خرچ کیا جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرچ کیا کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد باغ فدک امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبضہ میں رہا پھر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اختیار میں رہا۔ ان کے بعد علی بن حسین اور حسن بن حسن کے ہاتھ آیا۔ ان کے بعد زید بن حسن بن علی برادر حسن بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے تصرف میں آیا۔ پھر مروان اور مروانیوں کے اختیار میں رہا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا زمانہ آیا تو انہوں نے باغ فدک حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کے قبضہ و تصرف میں دے دیا۔ باغ فدک کی اس تاریخ سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ معاملہ کچھ بھی نہیں تھا مگر لوگوں نے بلاوجہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر الزام لگا کر ان کو مطعون کیا۔

(ملخص، فتاوٰی فیض الرسول، جلد1، صفحہ90تا91، شبیر برادرز، لاھور)

باغ فدک کا مال فے میں سے ہونا

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ باغ فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بطور وراثت کیوں نہ دیا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہا درجہ کے فیاض تھے جو کچھ آتا تھا سب غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم فرما دیتے تھے کچھ اپنے پاس باقی نہیں رکھتے تھے۔ باغ فدک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتی ملکیت میں نہ تھا۔ باغ فدک مال "فے" سے تھا اسی لئے محدثین کرام فدک کی حدیث کو "باب الفییٔ" میں لائے ہیں اور فے کسی کی ملکیت نہیں ہوتا اس کے مصارف کو خدائے تعالیٰ نے قرآن مجید میں خود بیان فرمایا ہے﴿مَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَى رَسُوْلِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾ترجمہ کنز الایمان: جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ اور رسول کی ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے۔

(سورۃ الحشر، سورۃ59، آیت7)

نبی کا مال وراثت نہیں ہوتا

اگر باغ فدک کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت مان بھی لیا جائے پھر بھی اس میں وراثت جاری نہیں ہو گی بلکہ وہ صدقہ ہے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس باغ فدک اور خیبر کے حصے کے لئے آئیں تو آپ نے فرمایا"سمعت النبی صلی اللہ علیہ

وسلم یقول«لا نورث ما ترکنا صدقة» إنما یأکل آل محمد فی هذا المال والله لقرابة رسول الله صلی الله علیه وسلم أحب إلی أن أصل من قرابتی" ترجمہ: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ ہم گروہِ انبیاء علیہم السلام کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے، جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ سب صدقہ ہے۔ اس مال کو آل محمد کھایا کرے گی۔ خدا کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار مجھے اپنے قرابت داروں سے زیادہ پیارے ہیں۔

(صحیح بخاری، کتاب المغازی، حدیث بنی النضیر، جلد5، صفحہ90، دار طوق النجاۃ، مصر)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصدیق

صحیح بخاری کی ایک اور حدیث ہے" قال عمر اتئدوا أنشدکم بالله الذی بإذنه تقوم السماء والأرض، هل تعلمون أن رسول الله صلی الله علیه وسلم«لا نورث ما ترکنا صدقة» یرید بذلك نفسه قالوا: قد قال ذلك، فأقبل عمر علی عباس، وعلی فقال أنشدکما بالله، هل تعلمان أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قد قال ذلك قالا: نعم" ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سامنے فرمایا: قسم دیتا ہوں میں تم کو اس خدا کی جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہے۔ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہمارا مال وراثت نہیں، جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ سب نے کہا ہاں ایسا ہی فرمایا ہے۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عباس اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے بھی کہا کہ تم کو رب تعالیٰ کی قسم ہے کیا تم جانتے ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے؟ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: ہاں۔

(صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث بنی النضیر، جلد5، صفحہ89، دار طوق النجاۃ، مصر)

یہی روایت شیعوں کی کتاب (شرح نہج البلاغة، الفصل الاول، فیما ورد من الاخبار و السیر المنقولة من افواه اهل الحدیث و کتبهم، جلد17، صفحہ327، دار الکتاب الغربی، بغداد) میں موجود ہے۔

باغ فدک میں سے ازواج مطہرات کو بھی کچھ نہ ملا

پتہ چلا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو باغِ فدک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کے سبب نہ دیا، معاذ اللہ آپ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کوئی ذاتی بغض نہ تھا۔ اگر یہ فعل کسی بغض کی وجہ سے ہوتا تو پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ تھیں، آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے ان کو باغِ فدک کیوں نہیں دیا؟ دیگر ازواجِ مطہرات کو کیوں نہیں دیا؟ صاف ظاہر ہے آپ نے حدیث پر عمل کرتے ہوئے اپنی بیٹی سمیت کسی کو بھی اس باغ میں سے کچھ نہیں دیا بلکہ جس طرح پہلے اس باغ کا نفع تقسیم ہوتا تھا ویسے ہی جاری رہنے دیا۔ خود شیعہ ذاکر ابن ابی حدید نے اپنی کتاب شرح نہج البلاغہ میں روایت نقل کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں "ارسل ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عثمان بن عفان الی بکر یسال لھن میراثھن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مما افاء اللہ علیہ حتی کنت اردھن عن ذلك فقلت الا تتقین اللہ، الم تعلمن ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یقول: لا نورث ماترکناہ صدقة، یرید بذلك نفسه انما یاکل آل محمد من ھذا المال فانتھی ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی ما امرتھن به" ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات نے حضرت عثمان بن عفان کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بھیجا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو مال فے اللہ عزوجل نے عطا کیا ان میں سے ہمیں میراث دینے کے حوالے سے بات کریں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ان ازواج کو روکا اور کہا کہ تم اللہ عزوجل سے ڈرتی نہیں ہو! کیا تم نہیں جانتیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ ہم انبیاء علیہم السلام کسی کو وارث نہیں بناتے، ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ اس فرمان سے آپ علیہ الصلاۃ والسلام اپنی ذات مراد لیتے تھے۔ آل محمد اس مال میں سے کھاتے ہیں۔ تو ازواج مطہرات اس بات کو سن کر رک گئیں۔

(شرح نہج البلاغة، الفصل الاول، فیما ورد من الاخبار و السیر المنقولة من افواہ اہل الحدیث و کتبھم، جلد 17، صفحہ 328، دار الکتاب الغربی، بغداد)

حضرت علی المرتضیٰ کا فرمان کہ مجھے باغ فدک لیتے ہوئے شرم آتی ہے

بلکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں بھی اس باغ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جائیداد سمجھ کر اس پر قبضہ نہیں کیا۔ خود شیعوں کی کتابوں میں یہ مذکور ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باغ فدک کو حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اتباع میں نہ لیا چنانچہ شرح نہج البلاغہ میں ابن ابی حدید رافضی لکھتا ہے ''فلما وصل الامر الی علی بن ابی طالب کلم فی رد فدك فقال انی لاستحیی من اللہ ان ارد شیئا منع منه ابو بکر و امضاہ عمر'' ترجمہ: جب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکومت ملی تو کسی نے باغ فدک لینے کا کہا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں اللہ عزوجل سے حیا کرتا ہوں کہ وہ چیز لوٹاؤں جسے ابو بکر نے منع کیا اور عمر فاروق اعظم نے اِسی حکم کو نافذ رکھا۔

(شرح نہج البلاغة، الفصل الاول، فیما ورد من الاخبار و السیر المنقولة من افواہ اہل الحدیث و کتبہم، جلد17، صفحہ347، دارالکتاب الغربی، بغداد)

ثابت ہوا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کو مان لیا تھا۔

شیعوں کی اپنی کتاب سے ثابت ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا مال وراثت نہیں بنتا

خود شیعوں کی کتب میں یہ روایت موجود ہے کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام میراث نہیں چھوڑتے ہیں، ان کا مال وراثت نہیں بنتا۔ چنانچہ شیعوں کی معتبر ترین کتاب اصول کافی میں ہے ''عن ابی عبد اللہ علیه السلام قال قال رسول اللہ صلی للہ تعالی علیه وسلم ان العلماء ورثة الانبیاء و ان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درھما ولکن اورثو العلم فمن اخذہ منه اخذ بحظ وافر'' ترجمہ: ابو عبد اللہ حضرت امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ انبیاء علیہم السلام دینار اور دراہم کا وارث نہیں بناتے بلکہ علم کا وارث بناتے ہیں۔ تو جس شخص نے علم دین حاصل کر لیا اس نے بہت کچھ حاصل کر لیا۔

مزید اصول کافی میں ہے ''عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان العلماء ورثۃ الانبیاء وذالك ان الانبیاء لم یورثو درهما ولا دینارا وانما اورثو احادیث من احادیثهم فمن اخذه بشیء منه فقد اخذ حظا وافرا''ترجمہ: حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ علمائے کرام انبیائے عظام کے وارث ہیں اور یہ اس لئے کہ حضرات انبیائے کرام نے کسی کو درہم و دینار کا وارث نہیں بنایا انہوں نے تو صرف اپنی باتوں کا وارث بنایا۔ تو جس شخص نے ان کی باتوں کو حاصل کر لیا اس نے بہت کچھ حاصل کیا۔

(الشافی ترجمہ اصول کافی، جلد 1، صفحہ 71، ظفر شمیم پبلی کیشنز ٹرسٹ، کراچی)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو رافضیوں کے نزدیک معصوم ہیں اور اہل سنت کے نزدیک محفوظ ہیں ان کی روایتوں سے بھی ثابت ہو گیا کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی میراث صرف علم شریعت ہی ہے وہ درہم و دینا اور مال واسباب کا کسی کو وارث نہیں بناتے۔ جب یہ بات رافضیوں کی روایات سے بھی ثابت ہے تو پھر سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی میراث تقسیم نہ کرنے کے سبب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر باغِ فدک کے غصب کا الزام لگانا بد بختی نہیں تو اور کیا ہے؟

حضرت ابو بکر صدیق کی حضرت فاطمہ سے عقیدت

تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان اہل بیت سے حد درجہ پیار کرتے اور ان کی تعظیم کرتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت التجا کے ساتھ اپنی پوری جائیداد حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیش کی جیسا کہ رافضیوں کی معتبر کتاب حق الیقین میں ہے کہ حضرت سیدہ فاطمۃ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فدک کا مطالبہ کیا تو انہوں نے حدیث رسول ''لا نورث ما ترکناہ صدقة''(ہم انبیاء علیہم السلام کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے، جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے) سنانے کے بعد بہت معذرت کی اور فرمایا''اموال و احوال خود از تو مضائقه نمی آں چه خواہی بگیر تو سیده امت پدر خودی و شجره طیبه از برائے فرزنداں خود انکار فضل تو کسے نمی تواند کرد و توحکم تو نافذ ست در اموال من اما در اموال مسلماناں مخالف گفتیه پدر تو نمی توانم کرد''ترجمہ: میرے جملہ اموال واحوال میں آپ کو اختیار ہے آپ بلا روک ٹوک لے سکتی ہیں اور آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کی سردار ہیں اور آپ کے

فرزندوں کیلئے شجرہ مبارکہ میں آپ کی فضیلت کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اور آپ کا حکم میرے تمام مالوں میں نافذ ہے۔ لیکن مسلمانوں کے مالوں میں آپ کے والد ماجد سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کی مخالفت میں نہیں کر سکتا۔ (حق الیقین، فصل مطاعن غصب کنندگان حق امیر المؤمنین، صفحہ 327، انتشارات سرور)

شیعوں میں عورت زمین کی وارث نہیں بن سکتی

شیعوں کے مؤقف کو باطل ثابت کرنے پر ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ شیعوں کی شریعت میں عورت غیر منقولہ اور زمین میں وارث نہیں بن سکتی اور باغ فدک غیر منقولی شے ہے۔ شیعوں کے محدثین نے اس مسئلہ کو مستقل ابواب و عنوانات کے تحت بیان کیا ہے۔ چنانچہ الفروع الکافی میں محمد بن یعوقب الکلینی رافضی (متوفی 329ھ) لکھتا ہے "عن ابی جعفر قال النساء لا یرثن من الارض ولا من العقار شیئا" ترجمہ: عورتوں کو زمین اور غیر منقولہ مالِ وراثت میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا۔

(الفروع الکافی، کتاب المواریث، باب ان النساء لا یرثن من العقار شیئا، جلد 7، صفحہ 83، منشورات الفجر، بیروت)

دوسری روایت میں کہ یہ حکم نہ ماننے والوں کو تلوار سے قتل کیا جائے چنانچہ لکھا ہے "عن یزید الصائغ قال سالت ابا عبد اللہ عن النساء ھل یرثن الارض؟ فقال لا ولکن یرثن قیمۃ البناء قال قلت فان الناس لا یرضون بذا، فقال اذا وُلینا فلم یرضوا ضربناھم بالسوط فان لم یستقیموا ضربناھم بالسیف" ترجمہ: یزید صائغ سے مروی ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ سے سوال کیا کہ عورتیں زمین میں وارث ہوتی ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ زمین میں وارث نہیں لیکن جو عمارت بنی ہو اس کی قیمت میں وارث ہوں گی۔ میں نے کہا کہ لوگ اس حکم سے راضی نہیں ہوں گے۔ انہوں نے فرمایا کہ جب ہم عہدہ قضا پر مقرر ہوں گے اور وہ اس پر راضی نہ ہوں تو ان کو کوڑوں سے ماریں گے ، اگر پھر بھی سیدھے نہ ہوئے تو تلوار سے ماریں گے۔

(الفروع الکافی، کتاب المواریث، باب ان النساء لا یرثن من العقار شیئا، جلد 7، صفحہ 83، منشورات الفجر، بیروت)

معلوم ہوا کہ خود شیعوں کے نزدیک حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا باغ فدک کی وارث نہیں بن سکتی تھیں۔ لہٰذا ایک خود ساختہ کمزور بنیاد پر وہ ماتمی مجلسوں، اہلِ بیت کے حقوق غصب ہو جانے کا واویلا، اور خلفائے

راشدین رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اور اہلِ بیت کے درمیان عداوت و کدورت کی اس عمارت کو قائم کرنا جس کی بنیادیں اول روز اور خود شیعوں کی شریعت ہی میں منہدم ہو چکی تھیں۔

جواب نمبر 4۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناراض ہو گئی تھیں؟

حضرت فاطمۃ الزہراء خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہرگز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خفا نہ ہوئی تھیں۔ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باغ فدک کے مسئلہ میں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش کی کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا مال وراثت نہیں ہوتا تو سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کی اتباع کی جیسا کہ اس عظیم ہستی کے شایان شان تھا۔ ابن ابی حدید رافضی نے بھی یہی لکھا ہے "لما كلمت فاطمة ابابكر بكى،ثم قال يا بنت رسول الله ،والله ما ورث ابوك دينارا ولا درهما وانه قال:ان الانبياء لا يورثون ،فقالت: ان فدك وهبها لى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال فمن شهد بذلك ﷺ فجاء على بن ابى طالب فشهد، وجاء ت ام ايمن فشهدت ايضا ،فجاء عمر بن الخطاب و عبد الرحمن بن عوف رضى الله تعالىٰ عنهم فشهد ان رسول الله صلى الله عليه واله وسلم كان يقسمها قال ابوبكر صدقت يا ابنة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وصدق على و صدقت ام ايمن و صدق عمر و صدق عبدالرمن بن عوف، وذلك ان مالك لابيك، كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ياخذ من فدك قوتكم، ويقسم الباقى،ويحمل منه فى سبيل الله ، فما تصنعين بها ﷺ قالت: اصنع بها كما يصنع بها ابى، قال فلك على الله ان اصنع فيها كما يصنع فيها ابوك ، قالت: الله لتفعلن ! قال الله لافعلن قالت اللهم اشهد وكان ابوبكر ياخذ غلتها فيدفع اليهم منها ما يكفيهم و يقسم الباقى، وكان عمر كذلك، ثم كان عثمان كذلك ثم كان على كذلك "ترجمہ: جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کلام کیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روئے اور فرمایا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہزادی! اللہ عزوجل کی قسم آپ کے والد محترم دینار و درہم کا وارث بنا کر نہیں گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام وارث نہیں بناتے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ باغ مجھے ہبہ کیا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

آپ کی اس بات پر کون گواہ ہے ؟ حضرت علی بن ابی طالب آئے اور انہوں نے گواہی دی، ام ایمن نے بھی اسی طرح گواہی دی۔ حضرت عمر بن خطاب، حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما آئے اور انہوں نے یہ گواہی دی کہ رسول اللہ سلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس باغ کی آمدنی کو تقسیم کرتے تھے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ باغ حضرت فاطمہ کو ہبہ نہیں کیا تھا بلکہ از خود اپنے استعمال میں رکھ کر اس کی آمدن کو اہل بیت وغیرہ میں تقسیم کرتے تھے۔) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہزادی! آپ نے سچ فرمایا اور علی المرتضیٰ وام ایمن اور عمر اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی سچ فرمایا۔ آپ کا مال آپ کے والد کا مال ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باغ فدک میں سے اپنی ضرورت کے مطابق رکھ لیتے تھے اور بقیہ تقسیم کر دیتے تھے اور کچھ اللہ عزوجل کی راہ میں خرچ کے لیے رکھتے تھے۔ آپ اس باغ کا کیا کریں گی؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے تھے میں بھی اسی طرح خرچ کروں گی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم میرے اوپر ہے کہ میں بھی ایسے ہی خرچ کروں گا جیسے آپ کے والد محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: خدا کی قسم کیا آپ ایسے ہی خرچ کریں گے ؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم ضرور کروں گا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: میں اللہ کو گواہ بناتی ہوں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ باغ فدک میں سے غلہ لیتے تھے اور اسے اہل بیت کو دیتے جتنا انہیں کفایت کرتا اور باقی تقسیم کر دیتے۔ حضرت عمر فاروق، عثمان غنی اور علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

(شرح نہج البلاغۃ،الفصل الاول ،فیما ورد من الاخبار و السیر المنقولۃ من افواہ اہل الحدیث و کتبہم، جلد17، صفحہ323، دار الکتاب الغربی، بغداد)

اس روایت پر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جب ہبہ کر دیا تھا تو پھر اس پر وراثت کی بحث کیوں چھیڑی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ روایت شیعوں کی کتاب سے ہی نقل کی گئی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہبہ والا مسئلہ میں گواہی مکمل نہ تھی لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے باوجود سیدہ کو سچا فرمایا لیکن فیصلہ دوسری گواہی جو شرعا معتبر تھی اس کے مطابق کیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس فیصلہ پر راضی کر لیا۔ لہٰذا باغ فدک

والے مسئلہ کو لے کر شیعوں کا یہ کہنا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدہ پر ظلم کیا یہ ان کی اپنی کتابوں سے ہی غلط ثابت ہوا۔

امام جعفر کا حضرت ابو بکر صدیق کی تائید کرنا

بلکہ شیعوں ہی کی کتب سے ثابت ہے کہ اہل بیت کے ائمہ نے بھی باغ فدک والے مسئلہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حق پر ہونا ثابت کیا ہے چنانچہ شرح نہج البلاغہ میں ابن ابی حدید رافضی لکھتا ہے ''عن کثیر النوال قال: قلت لابی جعفر محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جعلنی اللہ فداك! ارایت ابابکر و عمر هل ظلماکم من حقکم شیئا او قال ذهبا من حقکم بشیء؟ فقال لا، والذی انزل القرآن علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا ما ظلمنا من حقنا مثقال حبة من خردل، قلت جعلت فداك افاتو لاهما قال: نعم ویحك! تولهما فی الدنیا والآخرة وما اصابك ففی عنقی'' ترجمہ: کثیر النوال سے مروی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا: اللہ عزوجل مجھے آپ پر قربان کرے۔ کیا آپ کا خیال ہے کہ ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آپ کا حق روک کر آپ پر ظلم کیا ہے؟ یا ان الفاظ میں کہا کہ آپ کا کچھ حق تلف کیا ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہر گز نہیں، اس ذات کی قسم جس نے اپنے اس بندے پر قرآن نازل کیا جو سارے جہانوں کے لیے نذیر (ڈرانے والے) ہیں، ہم پر ایک رائی کے دانے برابر بھی ظلم نہیں کیا گیا۔ میں نے کہا: قربان جاؤں کیا میں بھی ان دونوں (حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے محبت رکھوں؟ حضرت ابو جعفر فرمانے لگے: ہاں تیرا ستیاناس! تو ان دونوں سے محبت رکھ، پھر اگر کوئی تکلیف تجھے پہنچے تو وہ میرے ذمے ہے۔

(شرح نہج البلاغة، الفصل الاول، فیما ورد من الاخبار و السیر المنقولة من افواہ اہل الحدیث و کتبهم، جلد17، صفحہ326، دار الکتاب الغربی، بغداد)

جواب نمبر 5۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء کے گھر جلانے کی حقیقت

شیعوں کے پاس اپنے باطل عقائد پر قرآن اور احادیث سے کچھ نہیں ملتا تو وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اہل بیت کے مظالم بیان کر کے لوگوں کو یہ باور کرواتے ہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اہل بیت پر بہت ظلم

کیے ہیں۔ اس فریب میں یہ شیعہ لوگ خوب لمبی لمبی کہانیاں اپنے پاس سے بنا کر جاہل شیعوں کو رلاتے ہیں اور وہ اپنے سینوں کو جو بغض صحابہ سے بھرے ہوئے ہیں ان کو پیٹتے رہتے ہیں۔

انہی جھوٹی کہانیوں میں سے ایک کہانی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شہادت کی گڑھ لی گئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شہید نہیں ہوئی تھیں بلکہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال شریف کا حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قلب مبارک پر بہت ہی جانکاہ صدمہ گزرا۔ چنانچہ وصال اقدس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کبھی ہنستی ہوئی نہیں دیکھی گئیں۔ یہاں تک کہ وصال نبوی کے چھ ماہ بعد ۳رمضان ۱۱ھ منگل کی رات میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

شیعوں نے اس طبعی وصال کو شہادت ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور جھوٹ پر جھوٹ بول کر اپنا نامہ اعمال سیاہ کرتے گئے اور یہ سیاہی آج بھی ان کے نامہ اعمال میں درج ہو رہی ہے۔ چونکہ یہ سو فیصد جھوٹ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے شہزادے حضرت محسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہید کیا ہے، اس لیے شیعوں نے یہ جھوٹ اپنے پاس سے گڑھنے میں سو فیصد ناکام رہے۔

سب سے پہلے اس گھر جلانے والے جھوٹے قصے کو عقلی طور پر غلط ثابت کیا جاتا ہے، اس کے بعد نقلی دلائل پیش کیے جائیں گے:

پہلی عقلی دلیل: کبھی شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ کا گھر باغ فدک والا فیصلہ نہ ماننے پر جلایا گیا تھا اور کبھی کہتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت نہ کی تو اس پر زبردستی کرتے ہوئے، سیدہ کا گھر جلایا گیا۔

دوسری عقلی دلیل: حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی تلوار نے بڑے بڑے کافروں کی واصل جہنم کیا، وہ کیا اپنی زوجہ محترمہ کا دفاع کرنے سے عاجز تھے؟ کیا ایک شخص ان کے گھر کو جلانے کے لیے جب آیا تو وہ گھر سے باہر بھی نہ نکلے بلکہ ان کی زوجہ اپنے گھر کا دفاع کرنے کے لیے نکلیں اور شہید ہو گئیں۔ ایسا جھوٹا قصہ گڑھنا در حقیقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان شجاعت کو کم ثابت کرنا ہے۔

تیسری عقلی دلیل: اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زبردستی بیعت لینے کے لیے ہی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر جلایا

گیا اور آپ کے پیٹ میں موجود بچہ بھی شہید ہوا تو اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بجائے انتقام لینے کے بیعت کے لیے کیسے راضی ہو گئے؟ ایک عام بندے کا بھی جب گھر بار لٹ جائے تو وہ اپنی جان کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ ظالم کے خلاف عملی کوشش کرتا ہے، لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی زوجہ اور بچے کو شہید کروانے کے بعد بیعت کرنے چلے گئے، اب بیعت کس مجبوری کی بنا پر کی تھی؟

چوتھی عقلی دلیل: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال ظاہری کے فورا بعد ہوئی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ علیہ السلام کے وصال ظاہری کے چھ ماہ بعد دنیا سے گئی ہیں اور شیعوں کے نزدیک تقریبا تین ماہ بعد وصال ہوا ہے۔ اگر تین ماہ کو بھی لیں تو درمیان میں اتنے مہینوں میں کیا بیعت ہی نہیں ہوئی اور یہی جھگڑا چلتا رہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت کرنی ہے یا نہیں۔ در حقیقت شیعہ بیعت کا ایک واقعہ جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے فورا بعد ہوا ہے اسے کھینچ کر تین ماہ تک لے گئے ہیں تاکہ حضرت فاطمہ کے وصال کو شہادت بنا کر اس واقعہ سے جوڑا جا سکے۔ شیعوں کے اپنے ہی کلام سے اس واقعہ کی تردید ثابت ہوتی ہے چنانچہ ویکی شیعہ نیٹ پر شیعوں نے لکھا ہے: ”آپ نے سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعے کی مخالفت کے ساتھ ابو بکر کی خلافت کو غصبی قرار دیتے ہوئے ان کی بیعت نہیں کی۔ آپ نے غصب فدک کے واقعے میں امیر المومنین کی دفاع میں خطبہ دیا جو خطبہ فدکیہ سے مشہور ہے۔ حضرت فاطمہ پیغمبر اکرم کی وفات کے فوراً بعد ابو بکر کے افراد کی طرف سے گھر پر حملہ کے نتیجے میں زخمی ہوئیں اور بیمار پڑ گئیں پھر مختصر عرصے کے بعد 3 جمادی الثانی سن 11 ہجری کو مدینہ میں شہید ہو گئیں۔“

(http://ur.wikishia.net/view/حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

یہاں شیعہ لوگ خود مان رہے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال ظاہری کے فورا بعد بیعت ہوئی۔ اور بقول شیعوں کے حملہ بھی اس وقت ہوا پھر اگر حملہ اسی وقت ہوا ہے تو حضرت فاطمہ کی شہادت اسی حملہ

میں ربیع الاول ہی کے مہینے میں ہونی چاہیے تھی جبکہ ان کا وصال تقریبا تین ماہ بعد ہوا۔ ثابت ہوا کہ وہ جو جھوٹا حملہ شیعوں نے بنایا ہوا ہے شیعوں کے اپنے بیان کے مطابق اس حملے میں شہادت نہیں ہوئی تھی۔

پانچویں عقلی دلیل: تاریخ شاہد ہے کہ جن لوگوں نے صحابہ کرام و اہل بیت کو شہید کیا آج ان کا کچھ اتا پتہ نہیں بلکہ ان کی قبریں بھی معلوم نہیں جیسے یزید کا شجرہ نسب اور قبر کے بارے میں کچھ معلوم نہیں، ابن ملجم کا خاندان کون ہے اور اس کی قبر کہاں ہے کچھ پتہ نہیں۔ اگر خاتون جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہید کیا ہوتا تو ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب آرام کرنے کے لیے جگہ نہ ملتی۔

یہ واقعہ جھوٹا ہونے پر نقلی دلائل

عقلی دلائل کے بعد اب نقلی دلائل سے اس گھر جلانے کے واقعہ کو جھوٹا ثابت کیا جاتا ہے۔ شیعوں کی اپنی ہی کتابوں میں اس بارے میں اتنا تضاد ہے کہ ایک ذی شعور شخص جب ان کی کتب کو پڑھے تو اس واقعہ میں تضاد دیکھ کر اس کی شیعہ مذہب سے مزید بیزاری ہوگی۔

پہلی نقلی دلیل: ایک شیعہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شہادت کا منظر یوں پیش کرتا ہے کہ جناب ابراہیم ابن محمد الحدید جو الجوینی نے اپنی کتاب فرائد السمطین میں ایک لمبی روایت کو ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ایک دن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں حضرت امام حسن تشریف لائے جب پیغمبر کی نظر امام پر پڑی تو گریہ کرنے لگے۔ پھر فرمایا اے میرے فرزند! میرے قریب تشریف لائیں۔ امام پیغمبر کے قریب آئے تو پیغمبر نے ان کو اپنی دائیں ران پہ بٹھایا۔ پھر امام حسین آئے۔ جب پیغمبر کی نظر آپ پر پڑی تو روتے ہوئے فرمایا اے میرے فرزند! میرے قریب تشریف لائیں۔ امام آنحضرت کے قریب آئے تو آنحضرت نے آپ کو اپنی بائیں ران پہ بٹھایا۔ اتنے میں جناب سیدہ فاطمہ زہرا تشریف لائیں تو ان کے نظر آتے ہی آپ رونے لگے اور فرمایا اے میری بیٹی فاطمہ! میرے قریب تشریف لائیں۔ آنحضرت نے حضرت فاطمہ کو اپنے قریب بٹھایا۔ پھر جناب امام علی تشریف لائے۔ جب پیغمبر اکرم علیہ السلام کو حضرت علی نظر آئے تو گریہ کرتے ہوئے فرمایا اے میرے بھائی! میرے قریب تشریف لائیں۔ پیغمبر نے حضرت علی کو اپنے دائیں طرف بٹھایا اور حضرت زہرا کی فضیلت بیان کرنے کے بعد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بارے میں رونے کا سبب اس طرح بیان فرمایا" وانی لما راتیھا ذکرت مایصنع بھا بعدی کانی بھا وقد دخل الذل بیتھا وانتھکت حرمتھا وغصب حقھا ومنعت ارثھا وکسر جنبھا واسقطت جنینھا وھی تنادی یا محمداہ فلاتجاب وتسغیث فلا تغاث"، تحقیق جو سلوک میری رحلت کے بعد حضرت زہرا کے ساتھ کیا جائے گا وہ مجھے یاد آنے سے جب بھی حضرت زہرا نظر آتی ہیں بے اختیار آنسو آجاتے ہیں کہ میرے مرنے کے بعد ان کی حرمت پائمال اور ان کے گھر پر ذلت وخواری کا حملہ ان کے حقوق دینے سے انکار ان کا ارث دینے سے منع کرکے ان کا پہلو شہید کیا جائے گا اور ان کا بچہ سقط ہوگا اور وہ فریاد کرتی ہوئی یا محمداہ کی آواز بلند کریں گی لیکن کوئی جواب دینے والا نہیں ہوگا وہ استغاثہ کریں گی لیکن ان کے استغاثہ پر لبیک کہنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

دوسری نقلی دلیل: پہلے کہا گیا کہ حضرت محسن والدہ محترمہ کے پیٹ ہی میں شہید ہوئے تھے لیکن آغا سید عطا اللہ مہاجرانی شیعہ لکھتا ہے: حضرت محسن بہت کمسن دو سال کے شہزادے تھے اپنی والدہ گرامی کے پیچھے دوڑے اور درودیوار کے درمیان اپنی والدہ مظلومہ کبری سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ گر گئے جب مخالفین نے حملہ کیا یورش جمعیت آپ کی شہادت کا باعث بنی۔

تیسری نقلی دلیل: ایک شیعہ لکھتا ہے: امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا حضرت زہرا کے وفات پانے کی علت کیا تھی؟ آپ نے فرمایا عمر نے اپنے قنفذ نامی غلام کو حکم دیا کہ اے غلام حضرت زہرا پر تلوار کا اشارہ کر جب قنفذ کی تلوار کی ضرب آپ کے نازک جسم پر لگی تو محسن سقط ہوئے جس کی وجہ سے آپ بہت علیل ہوئیں اور دنیا سے چل بسیں۔

چوتھی نقلی دلیل: شیعوں کے ذاکر نظام نے کہا: عمر نے قنفذ کو حکم دیا کہ حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے ہاتھوں پر تازیانے مارو۔ اور قنفذ نے حضرت زہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے ہاتھوں اور پہلو پر اتنے تازیانے مارے کہ ان کے نشان حضرت زہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بندِ اقدس پر نشان پڑ گئے اور انہی تازیانوں کی وجہ سے بی بی کا فرزند سقط ہوگیا اور رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے اس بچہ کا نام محسن رکھا تھا۔ (نوادر الاخبار: ص 183)

پانچویں نقلی دلیل: ایک شیعہ کی ویب سائیٹ میں لکھاہے:"افسوس ہے کہ وہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) جن کی تعظیم کو رسول کھڑے ہو جاتے تھے رسول کے جانے کے بعد اہل زمانہ کا رخ ان کی طرف سے پھر گیا۔ ان پر طرح طرح کے ظلم ہونے لگے۔ علی علیہ السّلام سے خلافت چھین لی گئ۔ پھر آپ سے بیعت کا سوال بھی کیا جانے لگا اور صرف سوال ہی پر اکتفا نہیں بلکہ جبر و تشدّد سے کام لیا جانے لگا۔ انتہا یہ کہ سیّدہ عالم کے گھر پر لکڑیاں جمع کر دیں گئیں اور آگ لگائی جانے لگی، اس وقت آپ کو وہ جسمانی صدمہ پہنچا، جسے آپ برداشت نہ کر سکیں اور وہی آپ کی وفات کا سبب بنا۔

(https://ur.abna24.com/service/important/archive/2015/03/04/674594/story.html)

چھٹی نقلی دلیل: پچھلے پانچ دلائل میں شیعوں کا اختلاف قارئین کے سامنے عیاں ہے کہ کس طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کو زبردستی شہادت قرار دے کر متضاد واقعات نقل کیے جارہے ہیں کوئی کہتا ہے کہ حضرت محسن پیٹ میں شہید ہوئے، کوئی کہتا ہے کہ دو سال کے تھے، کوئی کہتا ہے کہ تلوار کی ضرب سے شہید ہوئیں اور ایک کہتا ہے کہ تازیانوں سے، ایک جگہ لکھا ہے کہ صدمے سے شہید ہوئیں یعنی ان کو نہ تلوار کی ضرب لگی نہ کسی اور چیز کی بلکہ صدمہ سے وصال ہوا اور ایک شیعہ کہتا ہے کہ حضرت عمر فاروق نے نہیں بلکہ قنفذ نامی شخص نے شہید کیا تھا۔ اب ایک اور دلیل ملاحظہ ہو جو اس واقعہ کو سو فیصد جھوٹا ثابت کرے گی چنانچہ حق الیقین میں باقر مجلسی رافضی لکھتا ہے:"عمر مکان میں داخل ہوئے اور امیر المؤمنین (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا کہ اٹھو اور چل کر بیعت کرو۔ حضرت نے انکار کیا تو حضرت کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور خالد کے ہاتھ میں دیا اور تمام منافقین نے ہجوم کیا اور ان لوگوں کو نہایت سختی سے کھینچا۔ لوگ مدینہ کے راستوں پر جمع تھے اور دیکھ رہے تھے اور جناب فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنی ہاشم وغیرہ کی بہت سے عورتوں کے ساتھ باہر نکلیں اور نالہ و فریاد کی آوازیں بلند ہوئیں۔ جناب فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابو بکر کو ندا دی اور کہا کہ خوب خانہ اہلبیت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غارت کر رہے ہو۔ خدا کی قسم میں تم سے ایک حرف بات نہ کروں گی۔ یہاں تک کہ خدا سے ملاقات کروں۔ جب علی وزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیعت کی اور یہ فتنہ ختم ہوا۔ ابو بکر آئے اور عمر کی سفارش کی اور فاطمہ ان سے راضی ہو گئیں۔"

(حق الیقین (مترجم)، صفحہ 303، مجلس علمی اسلامی، پاکستان)

ملا باقر مجلسی رافضی نے تو صاف لکھ دیا کہ نہ ان کا گھر جلانہ کچھ اور ہوا بلکہ وہ بعد میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راضی بھی ہو گئی تھیں۔

اصل حقیقت کیا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی رضامندی اور خوشی سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی تھی۔ آپ نے بیعت کس طرح کی اس کے بارے میں مختلف روایات ہیں ۔تاریخ طبری میں ہے ”حدثنا عبيد الله بن سعد، قال: أخبرني عمي، قال: أخبرني سيف، عن عبد العزيز بن سياه، عن حبيب بن أبي ثابت، قال: كان علي في بيته إذ أتي فقيل له: قد جلس أبو بكر للبيعة، فخرج في قميص ما عليه إزار ولا رداء، عجلا، كراهية أن يبطئ عنها، حتى بايعه ثم جلس إليه وبعث إلى ثوبه فأتاه فتجلله “ترجمہ: حبیب بن ابی ثابت فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں بیٹھے تھے کہ کسی نے انہیں بتایا کہ مسجد میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیعت لے رہے ہیں۔ اس وقت حضرت علی نے محض ایک طویل کرتا پہن رکھا تھا اور تہبند نہ باندھ رکھا تھا۔ آپ دیر ہو جانے کے خوف سے اٹھے اور بغیر تہبند باندھے بھاگم بھاگ مسجد میں پہنچے اور بیعت کر کے صدیق اکبر کے پاس بیٹھ گئے۔ اس کے بعد آپ نے گھر سے بقیہ لباس منگوا کر پہنا۔

(تاريخ الطبري، حديث السقيفة، جلد3، صفحه 207، دار التراث، بيروت)

مصنف ابن ابی شیبہ میں یوں ہے ”محمد بن بشر نا عبيد الله بن عمر حدثنا زيد بن أسلم عن أبيه أسلم أنه حين بويع لأبي بكر بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم كان علي والزبير يدخلان على فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فيشاورونها ويرتجعون في أمرهم فلما بلغ ذلك عمر بن الخطاب خرج حتى دخل على فاطمة فقال: يا بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم والله ما من أحد أحب إلينا من أبيك وما من أحد أحب إلينا بعد أبيك منك وايم الله ما ذاك بمانعي إن اجتمع هؤلاء النفر عندك ; أن أمرتهم أن يحرق عليهم البيت قال: فلما خرج عمر جاءوها فقالت: تعلمون أن عمر قد جاءني وقد حلف بالله لئن عدتم ليحرقن عليكم البيت وايم الله ليمضين لما حلف عليه فانصرفوا راشدين فروا رأيكم ولا ترجعوا إلي فانصرفوا عنها فلم يرجعوا إليها حتى بايعوا لأبي بكر “یعنی زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال

کے بعد صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی تو حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں داخل ہوئے اور لوگ اس مسئلہ میں ان سے مشاورت کرتے تھے۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ اپنے گھر سے نکلے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر آئے اور فرمایا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی! اللہ عزوجل کی قسم آپ کے والد سے بڑھ کر ہمیں کوئی محبوب نہیں اور ان کے بعد آپ سے بڑھ کر ہمیں کوئی محبوب نہیں۔ اللہ عزوجل کی قسم مجھے اس بات سے کوئی چیز مانع نہیں ہے کہ اگر یہ مجمع آپ کے گھر اکٹھا ہو تو میں ان پر اس گھر کو آگ لگا دوں۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلے گئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: جانتے ہو میرے پاس عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تھے اور وہ خدا کی قسم کھا کر گئے ہیں کہ اگر تم یہاں رہے تو تم پر اس گھر کو آگ لگا دوں گا۔ اللہ کی قسم جو وہ قسم کھاتے ہیں اسے ضرور کر دیتے ہیں۔ تم لوٹ جاؤ اور سمجھداری سے کام لو اور خود ہی اپنے معاملہ پر غور کرو، میری طرف واپس نہ آنا۔ وہ سب چلے گئے اور جب تک ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت نہ کی واپس نہ آئے۔

(الكتاب المصنف في الأحاديث والآثار، كتاب المغازي ،ما جاء في خلافة أبي بكر وسيرته في الردة، جلد7، صفحه432، مكتبة الرشد، الرياض)

اسی سند کے ساتھ جب امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے زید بن اسلم کے حوالے سے روایت کی تو اس میں گھر جلانے کی دھمکی مذکور نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کو دھمکی دی تھی جو مشاورت کر رہے تھے نہ کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ میں یہ ہے کہ میں ان پر گھر کو آگ لگا دوں گا۔ یہ دھمکی دینے کی وجہ انتشار کو ختم کرنا تھا۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اس دھمکی سے ان لوگوں کا ڈرانا منظور تھا کہ ہر اہل خیانت نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان کو امن وپناہ کی جگہ جان کر حکم حرم مکہ معظمہ کا دیا تھا۔ اور وہاں جمع ہو کر خلیفہ اول کے خلاف لوٹ پوٹ کرنے کے واسطے صلاحیں اور مشورے فساد انگیز کرتے تھے اور فساد وفتنے اٹھانا چاہتے تھے۔ حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ان کی اس نشست وبرخاست سے مکدر وناخوش تھیں، لیکن بسبب کمال حسن خلق کے ظاہر ان سے نہیں فرماتی تھیں کہ ہمارے گھر مت آؤ۔ عمر بن خطاب جب یہ حال دیکھا تو اس گروہ سے دھمکا کر کہا کہ

میں اس گھر کو تم پر جلادوں گا کہ پھر نہ آنے جانے پاؤ اور خصوصیت جلانے کی اس تہدید میں موافق حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسی سے مستنبط ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو جو جماعت میں حاضر نہیں ہوتے تھے اور امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے ایسا ہی ارشاد فرمایا تھا کہ اگر یہ گروہ ترک جماعت سے باز نہ آئے تو میں ان کا گھر ان پر پھونک دوں گا اور چونکہ ابو بکر بھی امام نماز مقرر کئے ہوئے حضرت پیغمبر کے تھے اور وہ لوگ ان کی امامت بحق کو ترک کرنا تجویز کرتے تھے اور رفاقت جماعت مسلمانوں کی اس امر میں نہیں کرتے تھے۔ پس یہ قول حضرت عمر کا بھی مشابہ قول پیغمبر ہے۔"

(تحفۃ اثناعشریۃ (مترجم)، صفحہ 606،605، انجمن تحفظ ناموس اسلام، کراچی)

شیعہ اس گھر جلانے والی ایک دھمکی کو لے کر ایک پوری کہانی بناتے ہیں کہ گھر جلادیا گیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو شہید کر دیا گیا۔ شیعہ اپنے اس جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لیے اہل سنت کی کتب کا حوالہ بھی تحریف کے ساتھ پیش کرتے ہیں جیسے امام ذہبی کے حوالے سے یہ جھوٹ پھیلایا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو شہید کرنا لکھا ہے اور جو عبارت پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے " أن عمر رفس فاطمة حتى أسقطت محسنا " ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سینے پر لات ماری یہاں تک کہ محسن ساقط ہو گیا۔ جبکہ پوری عبارت یہ ہے "ابن أبي دارم أبو بكر أحمد بن محمد الشيعي۔۔۔

قال الحاكم: هو رافضي، غير ثقة وقال محمد بن حماد الحافظ: كان مستقيم الأمر عامة دهره، ثم في آخر أيامه كان أكثر ما يقرأ عليه المثالب، حضرته ورجل يقرأ عليه أن عمر رفس فاطمة حتى أسقطت محسنا۔ قلت: شيخ ضال معثر " ترجمہ: ابن ابی دارم ابو بکر احمد بن محمد شیعی: امام حاکم نے کہا کہ یہ راوی شیعہ غیر ثقہ ہے۔ محمد بن حماد حافظ نے فرمایا کہ اکثر زمانہ وہ صحیح تھا لیکن آخری عمر میں جتنی بھی روایات اس پر پڑھی گئیں وہ عیب زدہ ہیں۔ میں اس کے پاس آیا تو ایک ایک شخص اس کے پاس پڑھ رہا تھا کہ حضرت عمر نے حضرت فاطمہ کے سینے پر لات ماری اور محسن ساقط ہو گیا۔ میں کہتا ہوں (یعنی امام ذہبی فرماتے ہیں کہ) یہ جھوٹا گمراہ شخص ہے۔

(سیر أعلام النبلاء، جلد 15، صفحہ 578، مؤسسة الرسالة، بیروت)

یعنی امام ذہبی نے اس واقعہ اور اس راوی کی تردید کی ہے اور یہ شیعہ لوگ امام ذہبی کی آدھی عبارت کو اپنی تائید بنا کر شیعوں کو بے وقوف بناتے ہیں۔

آخری گزارش

علمائے اہل سنت اور عوام اہل سنت کی بارگاہ میں عرض ہے کہ یہ وقت دفاعِ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ہے۔شیعہ لوگ پورے زور کے ساتھ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی کردار کشی کرنے کی کوشش میں ہیں ، کبھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف پورا ڈرامہ بنایا جاتا ہے کہ کس طرح انہوں نے گھر جلایا اور کبھی خلافت اور باغ فدک کے مسئلہ میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں زبان درازی کرتے ہیں۔اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ سب سے پہلے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دفاع کریں کہ یہ صحابی ایک بند ہیں، جب یہ بند ٹوٹ گیا تو پھر گستاخیوں کے سیلاب سے کوئی ہستی نہیں بچے گی۔اس وقت جو اہل سنت کے اندر جعلی پیر، صلح کلی مولوی ہیں ان کا بائیکاٹ کیا جائے۔جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں بکواس کرتے ہیں، ایمان ابوطالب اور افضلیت علی کے مسئلہ کو چھیڑ کر شیعوں کے عقائد کی تقویت دیتے ہیں ان کی تردید کی جائے اور عوام کو ان سے دور کیا جائے۔اس مسئلہ میں اکابرین اہل سنت اپنی خدمات سرانجام دے رہیں جن میں امیر اہل سنت مولانا محمد الیاس عطار قادری صاحب، کنزالعلماء علامہ اشرف آصف جلالی صاحب، سید مظفر حسین شاہ صاحب ، قبلہ غفران سیالوی صاحب وغیر ہم ہستیاں سر فہرست ہیں، مزید علمائے کرام بھی اپنی خدمات سرانجام دیں تاکہ عام عوام کو شیعوں کے فتنوں سے بچایا جاسکے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شیعوں کے متعلق فرمانِ مصطفیٰ ﷺ

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جمع الجوامع میں ،علامہ ابن منظور رحمۃ اللہ علیہ نے ”مختصر تاریخ دمشق“ میں ، قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ”الشفاء“میں اور خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ”تاریخ بغداد“ میں حدیث پاک نقل کی ۔حدیث یوں ہے ”عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَإِنَّهُ يَجِيئُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يَسُبُّونَ أَصْحَابِي فَإِنْ مَرِضُوا فَلا تَعُودُهُمْ، وَإِنْ مَاتُوا فَلا تَشْهَدُوهُمْ، وَلا تُنَاكِحُوهُمْ، وَلا تَوَارَثُوهُمْ، وَلا تُسَلِّمُوا عَلَيْهِمْ، وَلا تُصَلُّوا عَلَيْهِمْ “ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایامیرے صحابہ کو گالی نہ دو۔ آخری زمانہ میں ایک قوم آئے گی جو میرے صحابہ کو گالیاں دے گی ،اگر ایسے لوگ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو،اگر مر جائیں تو جنازہ میں شرکت نہ کرو،ان سے نکاح نہ کرو،ان کو وارث نہ بناؤ،ان سے سلام نہ کرو،ان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھو۔

(تاریخ بغداد، حرف الواو، الحسین بن الولید، جلد8،صفحہ725،حدیث2659،دار الغرب الإسلامي، بیروت)